بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نظرات

مدارسِ عربیہ میں اصلاحِ نصاب کی ضرورت ایک مدت سے ہے اور بعض مدارس میں اس کا اب تک عملی تجربہ بھی ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ملک میں علماء کی ایک بڑی تعداد ان حضرات پر مشتمل ہے جو پرانے نصاب اور اس کے طرزِ تعلیم میں سرے سے کسی اصلاح و ترمیم کی ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو صرف اس قدر کہ ایک کتاب کی بجائے کوئی دوسری کتاب رکھ دی، نصاب میں کسی بنیادی اصلاح کی نہ ان کے ہاں ضرورت ہے اور نہ مناسب بلکہ غالباً اس طرح کا اقدام کرنا سخت نامناسب اور مضر ہے تاہم ملک کی آزادی، قیام پاکستان اور عام بین الاقوامی اثرات کے ماتحت خود ملک میں اور ملک سے باہر کے حالات میں جو عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوئی ہے اس نے ان حضرات کو بھی چونکا دیا ہے جو ابھی بیدار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے اس کا اندازہ عام فضا کے علاوہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ گذشتہ دو تین ماہ کے ہی اندر اندر پاکستان اور ہندوستان کے مختلف گوشوں سے متعدد علماء اور اربابِ مدارس کے خطوط راقم الحروف کو ملے ہیں جن میں انھوں نے ازراہِ خلوص و محبت اصلاحِ نصاب کے بارہ میں مشورہ طلب کیا اور رائے دریافت کی ہے ارادہ بہت پہلے سے تھا مگر اب ان خطوط کو دیکھ کر اور پختہ ہو گیا کہ الگ الگ ہر ایک کو مفصل جواب دینا بہت دشوار ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسی موضوع پر ایک مقالہ لکھ دیا جائے جس میں مذکورہ بالا حضرات نے جو سوالات کئے ہیں ان کے جوابات آجائیں تاکہ دوسرے حضرات بھی۔ اگر چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکیں چنانچہ اس اشاعت میں سب سے آخر میں ایک معزز عالم دین کا جو مکتوب ملا ہے اس کو بعینہٖ شایع کیا جاتا ہے۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ اب خود سمجھ دار علماء اپنے دیرینہ نصاب کو کس

نظر سے نہ گذرے ہیں اور آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ مقالہ مذکورہ شروع کر دیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

فاضل کاتب خط لکھتے ہیں۔ اس وقت یہ مکتوب جناب کی خدمت میں ایک مشورہ حاصل کرنے کی خاطر لکھا جا رہا ہے۔ مجھے اس کا پورا احساس ہے کہ جناب والا کی ذمہ داریاں اور اشغال کے پیشِ نظر اس قسم کا خط لکھنا ایک گستاخانہ جرأت سے کم نہیں۔ لیکن ہم مجبور ہیں کہ اس سلسلہ میں اور کوئی شخص ہمیں مفید مشورہ شاید نہ دے سکے کیونکہ دورِ حاضر میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم و فضل۔ وسعتِ نظر اور قدیم و جدید علوم کے صحیح امتزاج سے نوازا ہے اس کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی۔ پھر آں جناب کو عرصہ سے تعلیم سے وسیع لگاؤ بھی ہے۔

عرض خدمت یہ ہے کہ ہم جیسے کم مایہ حضرات جنہوں نے خالص قدیم طریق پر درسِ نظامیہ کے نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کی ہے۔ اگرچہ اس لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر خوش ہیں کہ دین اور روحِ دین سے واقفیت حاصل ہوئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے لیکن دورِ حاضر کی تغیر پسند طبیعت اور انقلاب انگیز مزاج نے ایک طرف اور گرد و پیش کے حالات۔ اور علومِ جدیدہ کی وسعت اور ہمہ گیری نے دوسری طرف بہت سی مشکلات پیش کر دی ہیں۔ اور علومِ قدیمہ اور طرزِ تعلیم کا انحطاط و ضعف ایک حقیقت ہے ان حالات میں علومِ دین کو مستقبل میں صحیح صورت میں پیش کرنے کے لئے بڑی رکاوٹیں در پیش ہیں۔ قدیم طرزِ تعلیم اور علوم کا سلسلہ ایک طرف یوماً فیوماً کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور دوسری جانب یہ لوگ جب تعلیم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو زمانہ کا اقتضا اور ماحول کا تغیر انھیں برداشت نہیں کر سکتا۔ ان پیچیدہ حالات میں وہ لوگ عجیب و غریب کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ علوم دین کی تکمیل و تحصیل میں صرف کیا۔ اس کو باقی رکھنے کا کوئی صحیح راستہ نہیں پاتے۔ ایک اور مشکل یہ ہے کہ قدیم علوم کا وہ حصہ جو زندگی کے ساتھ کوئی زیادہ لگاؤ نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ اس سے دماغی نشو و نما۔ یا ذہنی تشحیذ